۶۰ سال پہلے

اسلام میں فرقوں کی پیداوار کا اصل سبب یہی ہے کہ کلام اللہ میں اصول و ضروریات دین کے متعلق جو مجمل اور بسیط تصورات پیش کیے گئے ہیں، اور کہیں کہیں ان کی تفصیل میں جو لطیف اشارات کر دیے گئے ہیں، ان کو سمجھنے میں مختلف لوگوں نے اپنی عقلی استعدادات اور طبیعی رجحانات کی بنا پر قیاس و استدلال کے ذریعے سے جزئیات اخذ کر لیے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس حد تک تو کچھ مضایقہ نہ تھا اور اس میں بھی کوئی خرابی نہ تھی کہ ایک گروہ صرف اپنے مسلک کو حق سمجھتا اور دوسرے گروہوں سے بحث کر کے ان کو اپنے مسلک کی طرف لانے کی کوشش کرتا۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ لوگوں نے اپنے قیاسی و تاویلی عقائد کو بھی اصول و ضروریات دین میں شامل کر لیا، اور اس بنا پر ہر ایک جماعت نے ان تمام جماعتوں کی تکفیر کی جو ان عقائد کو نہ مانتی تھیں۔ یہیں سے حرب عقائد کی ابتدا ہوتی ہے اور یہی ظلم کا نقطہ آغاز ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عقائد اسلام میں قیاسات و تاویلات سے جو راہیں اختیار کی گئی ہیں ان میں سے بہت سی راہیں غلط ہیں لیکن ہر غلطی حتماً اور لازماً کفر تو نہیں ہے۔ غلطی کو غلطی کہنا، اور اس کا ارتکاب کرنے والے کو گمراہ اور غلط کار سمجھنا اور اس کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ لیکن جب تک کوئی شخص اس نفس حقیقت کا انکار نہیں کرتا جس پر اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے، اس کو کافر کہنا کسی طرح بھی جائز نہیں، خواہ اس کی گمراہی کتنی ہی بڑھ گئی ہو۔

افسوس ہے کہ علما متاخرین نے اصل اور فرع، نص اور تاویل کے فرق کو نظرانداز کر دیا ہے۔ وہ ان فروع کو بھی اصول سمجھنے لگے ہیں جن کو انھوں نے اپنی مخصوص فہم کی بنا پر اصول سے اخذ کیا ہے۔ وہ ان تاویلات کو بھی نصوص کے درجے میں رکھتے ہیں جو انھوں نے نصوص سے معانی اخذ کرنے میں اختیار کی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے فروع اور اپنی تاویلات کے منکر کو بھی اسی طرح کافر قرار دیتے ہیں جس طرح اصول اور نصوص کے منکر کو قرار دیا جاتا ہے۔

اس بے اعتدالی نے پہلے تو اسلامی جمعیت میں صرف تفرقہ ہی پیدا کیا تھا مگر اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ علما کی یہ کافرگری مسلمانوں کے دلوں میں نہ صرف علما کی طرف سے، بلکہ خود اس مذہب کی طرف سے بھی بدگمانیاں پیدا کر رہی ہے جس کی نمائندگی یہ علما کرتے ہیں۔ روز بروز علما کا اقتدار مسلمانوں پر سے اٹھتا جا رہا ہے۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودی "اشارات" جلد ۶، عدد ۲، صفر ۱۳۵۳ھ، مئی ۱۹۳۵)